(غلام گردش)

کیا سرکاری ملازم ہونا جرم ہے؟

سی۔ایس ۔ایس یا کوئی بھی مقابلے کا امتحان آسان کام نہیں ہے۔بھرپور تیاری اور پھر ایک صبر آزما چھلنی سے گزرنا صبر آزما اور محنت طلب کاوش ہے۔صرف محنت کا لفظ استعمال کرنا مناسب نہیں، دراصل یہ ایک ریاضت ہے۔ مجھے صرف سی۔ایس۔ایس کے امتحان کا تجربہ ہے۔مگر صوبائی سطح پر بھی میرٹ پر بہتر نوکری حاصل کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔بہترین اور ذہین ترین لڑکے اورلڑکیاں بغیر کسی سفارش کے پاکستان ایڈمنسٹریٹیو سروس سے لیکر پولیس، فارن آفس، کسٹم اور دیگر وفاقی ملازمتیں حاصل کرتے ہیں۔بغیر کسی سفارش کا لفظ اسلئے اہم ہے کہ آج تک فیڈرل پبلک سروس کمیشن میں کوئی ایسی بے ضابطگی دیکھنے کو نہیں ملی جس سے نتیجہ اخذ کیا جاسکے کہ وہاں پیسہ، سفارش یا دباؤ کے ذریعے کسی حقدار کو اسکے جائز حق سے محروم کر دیا گیا ہے۔اس بات کی دلیل ایک اور طریقے سے بھی پیش کی جاسکتی ہے۔ ہمارے ملک کے اہم ترین لوگوں کی اولاد اکثر مقابلے میں امتحان میں کامیابی حاصل نہیں کر پاتی۔ وہ اپنے کسی عزیز، رشتہ دار کو کسی بھی سطح پر دباؤ یا سفارش کے ذریعے دیگر ملازمت دلواسکتے ہیں مگر مقابلے کے امتحان میں کامیاب نہیں کرواسکتے۔ میری گزارشات ان نوجوان بچوں اور بچیوں کے متعلق ہیں جو شفاف طریقے سے مقابلے کے امتحان میں اپنا علمی لوہا منوا کر عملی میدان میں آتے ہیں۔میں نے سندھ میں کام نہیں کیا۔وہاں صوبائی پبلک سروس کمیشن کے کیا حالات ہیں، اسکے متعلق کوئی خاص علم نہیں رکھتا۔میرا تجربہ زیادہ تر پنجاب ہی کا ہے اور تھوڑا سا انتظامی تجربہ بلوچستان کا بھی ۔خیبر پختونخواہ کے متعلق میری معمولات نہ ہونے کے برابر ہیں۔میرا دوسرا تجربہ لاہور ایڈمنسٹریٹیو سٹاف کالج میں کام کرنے کا تین سالہ بیش قیمت وقت ہے جہاں چارسو کے قریب ہر گروپ، ادارے اور حکومت کے افسران کو پرکھنے کا ایک نادر موقع ملا تھا۔انکی علمی، فکری اور ذہنی ساخت کو جانچنے کا عملی تجربہ بھی رہا ہے۔مقابلے کے امتحان اور سٹاف کالج لاہور کے تجزیہ کو ملا کر بلاخوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ ہمارے ملک میں انتہائی ذہین، فعال اور سمجھدار افسروں کی قطعاً کوئی کمی نہیں ہے۔

اسی زاویہ کو آگے بڑھاتے ہوئے عرض کرونگا کہ سرکاری سطح پر بیس سے پچیس غیر ممالک میں زیرِ تربیت افسران کے ساتھ جانے کا نادر موقعہ میسر آیا ہے۔وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ پاکستان کی بیوروکریسی کسی بھی لحاظ سے کسی بھی ملک سے ادنٰی نہیں۔ترقی پذیر ممالک کا ذکر تو چھوڑ دیجئے۔فرانس، اٹلی، یوکے اور امریکہ کی سطح کے ملکوں کے سرکاری شعبہ پر گہری عملی نظر رکھتا ہوں۔ ہمارے سرکاری ملازمین صلاحیت میں، ترقی یافتہ سرکاری شعبہ کے برابر ہیں۔اب اس تمام صورتحال کے مشکل پہلو کی جانب آتا ہوں۔آپکے ذہن میں میرے لکھے ہوئے ابتدائی حصہ کے متعلق بے تحاشہ منفی سوالات ہونگے۔کرپشن، سست روی، سرخ فیتہ اور جانبداری وہ سنگین الزامات ہیں جو سرکاری مشینری پر ہر وقت بلکہ ہر لمحہ لگائے جاتے ہیں۔ان میں کافی حد تک صداقت بھی ہے مگر یہ پورا سچ نہیں ہے۔ساتھ ساتھ یہ پورا جھوٹ بھی نہیں ہے۔مسئلہ یہ ہے کہ آدھے سچ کو ثابت کرنا مشکل اور کٹھن ہے۔

پچھلے چھ دہائیوں کے اخبارات جریدے اور رسائل جمع کیجئے۔انکا بغور مطالعہ فرمایئے، آپکو ایک حیرت انگیز تسلسل نظر آئیگا۔کسی

بھی دورِ حکومت میں سرکاری ملازم کو ملامت کرنے کا رجحان یکسانیت کے ساتھ موجود ہے۔ اس میں کوئی استثناء نہیں۔ انکی کارکردگی کو کمتر ثابت کرنا، تذلیل کرنا، ہر خرابی کا ذمہ دار ٹھہرانا، ہر دور کا وطیرہ رہا ہے۔ قطعاً نہیں عرض کر رہا کہ بیوروکریسی کی کارکردگی مثالی ہے یا ان میں ایسے ارسطو موجود ہیں جنکی ذات سے علم کے سوتے پھوٹتے ہیں۔ مگر میرا سوال سادہ سا ہے کہ ملک کا نظام چلانے والے افسروں اور ملازمین میں سے کتنے فیصد لوگ خراب ہیں اور کتنے فیصد بہتر کام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ تناسب کسی کے پاس موجود نہیں ہے۔ کسی محقق نے اس پر کام نہیں کیا۔ کسی شخص نے گہرے پانیوں میں جانے کی کوشش نہیں کی۔ چند عامیانہ لفظوں کا چناؤ اور اسکے بعد انکو اس تکرار کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے کہ کوئی بھی انسان سکے کا دوسرا رخ دیکھنے کی کوشش نہیں کرتا۔ بلکہ اسے یقین ہو جاتا ہے کہ سکے کا ایک ہی رخ ہے اور یہی درست ہے۔ مختصر سی تحریر میں تصویر کے دوسرے رخ پر جزوی نظر ہی ڈالی جا سکتی ہے۔ اس نکتہ پر تو کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔ مگر جدید دور کے حوالوں اور تقاضوں کے مطابق تجزیہ بہت حد تک کم یاب ہے۔ نہ ہونے کے برابر۔

محتاط طریقے سے عرض کرونگا۔ جن تمام برائیوں کو بیوروکریسی کو ادنیٰ ثابت کرنے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ وہ اس شعبہ میں پندرہ سے بیس فیصد لوگوں سے زیادہ افراد میں موجود نہیں۔ یہ بیس فیصد ایک عملی تجزیہ ہے۔ یہ پچیس بھی ہو سکتا اور دس فیصد بھی۔ مگر سرکاری ملازمین کی خاموش اکثریت میں اس درجہ کا انحطاط نہیں جو ہر وقت اسکا طرہِ امتیاز، بلکہ "طرہِ ذلت" بتایا جاتا ہے۔ یہ وہ خاموش اکثریت ہے جسکی کوئی آواز نہیں ہے۔ کوئی انکی بہتر کارکردگی کا ذکر نہیں کرتا۔ بلکہ میں تو یہ عرض کرونگا کہ قصداً اچھے افسروں کے کام کو خاموشی سے یہ کہہ کر نظر انداز کیا جاتا ہے کہ جناب یہ تو انکا فرض ہے۔ یہ اسکی تنخواہ لے رہے ہیں۔ یہ بات شائد کسی حد تک درست ہو۔ مگر کیا آپ نے ہمارے ملک کے کسی دانشور، لکھاری یا کالم نگار کو یہ جستجو اور محنت کرتے دیکھا ہے کہ وہ سرکاری شعبہ میں بہتر کام کرنے والے کی جائز تعریف کریں۔ اسکے بالکل برعکس چند لکھاریوں نے پانچ چھ افسروں کی ذاتی بنیاد پر ایک فہرست سی ترتیب دے دی ہے، جسکے متعلق وہ رطب السان رہتے ہیں۔ مگر ان سے بہتر اور اچھا کام کرنے والوں کا کوئی ذکر نہیں کرتے۔ صاحبان! تنزلی ہر شعبہ میں ہے۔

ہمارا ملک بدقسمتی سے اکثر قدرتی آفات سے نبرد آزما رہتا ہے۔ کبھی سیلاب اور کبھی زلزلہ۔ سیلاب تو خیر اب ہر دو تین سال کے بعد ایک معمول بن چکا ہے۔ قومی سطح پر بڑے بڑے ڈیم بنانے کیلئے کتنی محنت اور سوچ بچار ہوتی رہی ہے، یہ ایک مکمل طور پر مختلف بحث ہے۔ مگر اسسٹنٹ کمشنر، ڈپٹی کمشنر اور کمشنر کو تعیناتی میں اکثر اوقات اس قدرتی آفت سے لڑنا پڑتا ہے۔ دوبارہ عرض کرونگا کہ میرا تجربہ پنجاب تک محدود ہے۔ انسانوں کو محفوظ جگہ پر منتقل کرنا، عارضی قیام کا بندوبست کرنا، صحت کے انتظامات کرنا، چھوٹے چھوٹے میڈیکل یونٹ قائم کرنا، بنیادی طعام کا بندوبست کرنا، حتیٰ کہ جانوروں کے چارے کا انتظام کرنا، یعنی سب کچھ مہیا کرنا اشد ضروری ہوتا ہے بلکہ لازم۔ مگر اکثر اوقات، قدرتی آفات کا مقابلہ کرنے کیلئے مالی وسائل بروقت دستیاب نہیں ہوتے۔ وسائل کی کمی اور کئی بار، عدم دستیابی کے باوجود وہاں موجود افسر نے اپنا کام سرانجام دینا ہے اور اپنی بساط سے بڑھ کر کام کرنا ہے۔ میں یہ مرحلہ کئی بار دیکھ چکا ہوں بلکہ اس مصیبت سے لڑتا بھی رہا ہوں۔ جس بے بے سروسامانی سے سارا انتظام کیا جاتا ہے، وہ مشکل تو ہے ہی، مگر حیرت انگیز بھی ہے۔ کئی بار کمبل، رسیاں، خیمے، لیمپ تک بازار سے اُدھار لینے ہوتے ہیں۔ یہ اتنا صبر آزما کام ہے جسکا اندازہ صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جو یہ کٹھن

کام کرتے رہے ہیں۔ ہرگز یہ عرض نہیں کررہا کہ یہ تمام کام بہترین سطح کا ہوتا ہے یا اس میں مالی بے ضابطگی ہونے کا خدشہ نہیں۔ مگر تمام کوتاہیوں کے باوجود ایسے افسر موجود ہیں جو انتہائی جانفشانی، ایمانداری اور محنت سے اَن ہونے کام خندہ پیشانی سے کرتے ہیں۔ آج تک ان افسروں یا اہلکاروں کے معیاری کام کا کہیں ذکر تک نہیں سنا! کیا آپ تصور کرسکتے ہیں کہ ایک لاکھ سے دس لاکھ آدمیوں کو سیلابی جگہ سے محفوظ مقام پر صرف منتقل کرنے کا مطلب کیا ہے؟ الیکٹرونک میڈیا اور اخبارات میں فوج کے رفاعی کام کا ذکر ضرور نظر آتا ہے جو بالکل جائز بات ہے۔ مگر کیا آج تک ان بے نام مگر محنتی افسروں کا ذکر کیا گیا ہے جو یہ تمام رابطے، کوآرڈینیشن اور منتقلی کو ممکن بناتے ہیں۔ کم از کم تیس برس کی انتظامی نوکری میں میرے کانوں نے شاباش یا تحسین کا کلمہ بہت کم سنا ہے۔ سیلاب صرف ایک مثال کے طور پر استعمال کیا ہے۔

پولیس پر طبرا بھیجنا ایک معمول ہے۔ سینئر ترین سطح سے لیکر سپاہی تک ہر ملازم کو نہ صرف تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے بلکہ اسے ہر لمحے تضحیک آمیز طعنوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ یہ بات بالکل درست ہے کہ ان میں سے اکثریت کی کارکردگی ہرگز ہرگز مثالی نہیں ہے۔ ان میں ہزار خرابیاں موجود ہیں۔ مگر کیا ہم کبھی ان محنتی پولیس والوں کا ذکر کرتے ہیں جو اپنی جان پر کھیل کر جرائم کو ناممکن بنادیتے ہیں۔ مجرموں سے لڑتے لڑتے اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ دہشت گردی کا مقابلہ کرنے کیلئے کسمپرسی کی حالت کو بھی خاطر میں نہیں لاتے۔ ہزاروں مثالیں ہیں جن میں ان لوگوں نے بروقت کام کر کے اعلیٰ درجہ سے فرائض کو انجام دیا ہے۔ مگر نہیں، ہم گناہ سمجھتے ہیں، کہ ان لوگوں کے اچھے کاموں کی جھوٹے مونہہ ہی تعریف کردیں۔ انکی خرابیوں کا ذکر کرنا بالکل درست ہے۔ اگر وہ کوئی بہتر کام کر رہے ہیں، تو اسکی تعریف نہ کرنا بھی زیادتی ہے۔

تنگی کالم کی وجہ سے میں کس کس چیز کا ذکر کروں۔ کسی محکمہ کو دیکھ لیں۔ ان میں اچھے کام کرنے والوں کی کوئی کمی نہیں۔ مگر ان کا کوئی والی وارث نہیں۔ کوئی انکے سر پر ہاتھ رکھ کر یہ کہنے کیلئے تیار نہیں کہ آپ نے اپنا کام بہترین طریقے سے سرانجام دیا ہے۔ سرکاری شعبہ میں میرٹ پر آنے والے بہترین دماغوں کو ہم ناکارہ بنانے میں مصروف رہتے ہیں۔ ہر وقت انکو دشنام انگیزی، سازش اور فقرے بازی کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ انہیں ہر طرف سے ناکارہ ہونے کا طعنہ دیا جاتا ہے۔ تھوڑے سے عرصے کے بعد یہ لوگ اتنے بددل ہوجاتے ہیں کہ یا تو کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں یا نوکری کو چھوڑنے کی فکر میں لگ جاتے ہیں۔ یکسوئی سے محروم ہوجاتے ہیں۔ اس طرزِ عمل کا خمیازہ انہیں بھی بھگتنا پڑتا ہے اور قوم کو بھی۔ کیا ہمیں سنجیدگی سے نہیں سوچنا چاہیے کہ اچھے اور محنتی افسروں کی جائز دلجوئی کریں۔ مگر یہاں تو سرکاری ملازمت کو جرم بنانے کی کوشش کی جارہی ہے اور بظاہر یہ کوشش کامیاب ہے!

راؤ منظر حیات

Dated:26 Feb 2016